قانونِ قسامت اور شریعتِ مصطفوی

حافظ حبیب الرحمٰن

قسامت کی شرائط

چونکہ قسامت کا طریقہ مخصوص حالات میں اختیار کیا جاتا ہے اور یہ شریعت کے عمومی قواعد اور قیاس سے ہٹ کر ایک استثنائی صورت ہے اس لیے فقہاء نے قسامت کے لیے کچھ شرائط مقرر کی ہیں۔ بعض شرائط پر تو تمام ائمہ کا اتفاق ہے اور بعض میں اختلاف۔

حنفیہ کے نزدیک شرائط قسامت

حنفیہ کے نزدیک قسامت کی سات شرائط ہیں:

۱۔ جسم پر زخم یا چوٹ کا نشان:

مقتول کے جسم پر زخم ہوں یا چوٹ ہو، گلہ گھونٹے جانے کا نشان ہو۔ اگر اس قسم کی کوئی علامت نہ پائی جائے تو پھر نہ قسامت ہے اور نہ دیت، کیونکہ اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ طبعی موت مرا ہوگا۔ اسی طرح اگر خون منہ، ناک، پاخانے یا پیشاب کے مقام سے نکلا ہو تو بھی قسامت کا طریقہ اختیار نہیں کیا جائے گا۔ ان مقامات سے کسی چوٹ یا ضرب کے بغیر نکسیر یا قے کی وجہ سے بھی خون نکل سکتا ہے۔ اس لیے کہ ظاہر احوال کے مطابق وہ شخص مقتول نہیں ہے۔ اگر خون آنکھ یا کان سے بہہ رہا ہو تو ایسی صورت میں قسامت اور دیت ہے کیونکہ ان جگہوں سے بالعموم کسی دوسرے شخص کی ایذا رسانی کے بغیر خون نہیں نکلتا۔ یہی وجہ ہے کہ احناف کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے کہ ظاہر حال مدعی کے سچا ہونے کی گواہی دے بلکہ یہی کافی ہے کہ مقتول کسی محلہ میں پایا جائے اور اس پر قتل کے آثار بھی موجود ہوں۔

☆ فقہ المعاملات پر اپنی نوعیت کا پہلا اور منفرد مجلّہ ☆

علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

"والقتل عندنا كل ميت به اثر فان لم يكن فيه اثر فلاقسامة فيه ولا دية"(۱)

(ہمارے نزدیک مقتول ہر وہ مردہ شخص ہے جس پر قتل کا کوئی نشان ہو، اگر قتل کا کوئی نشان نہیں ہے تو پھر قسامت اور دیت نہیں ہے)

اگر اس بات کا بھی احتمال ہے کہ طبعی موت مرا ہو اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ قتل ہوا ہو، تو محض شک اور احتمال کی وجہ سے کوئی چیز واجب نہیں ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص میدان جنگ میں مقتول پایا گیا ہو اور اس پر قتل کا نشان نہ ہو تو وہ شہید نہ ہوگا، چنانچہ اسے غسل دیا جائے گا۔ البتہ اگر خون آنکھ یا کان سے بہہ رہا تو تو وہ پھر وہ شہید کہلائے گا۔

۲۔ قاتل کا علم نہ ہو: احناف کے نزدیک قسامت کے لیے دوسری شرط یہ ہے کہ یہ معلوم نہ ہو سکے کہ قاتل کون ہے؟ اگر قاتل معلوم ہے تو پھر قتل عمد میں قصاص ہے اور قتل خطاء اور شبہ عمد وغیرہ میں دیت ہے۔

۳۔ مقتول انسان ہو: اگر کوئی جانور کسی محلہ میں مردہ پایا جائے تو قسامت کا طریقہ نہیں اختیار کیا جاتا کیونکہ قسامت خلاف قیاس ہے اور جو چیز کسی صریح حکم سے خلاف قیاس ثابت ہوا سے اسی معاملہ تک محدود رکھا جاتا ہے، اس پر مزید قیاس نہیں کیا جاتا۔

۴۔ عدالت میں دعویٰ دائر کیا ہو: قسامت کے لیے ضروری ہے کہ اولیاء مقتول نے دعویٰ عدالت میں دائر کر دیا ہو، کیونکہ قسامت قسم ہی ہے اور قسم اس وقت دلانا ضروری ہوتا ہے جب کوئی دعویٰ کیا جائے۔

۵۔ قتل کے ارتکاب سے انکار: مدعیٰ علیہ جب قتل کے ارتکاب کا انکار کر دے تو قسامت لازم آتی ہے۔ اگر مدعیٰ علیہ قتل کا اقرار کر لے یا قاتل کے بارے میں بتا دے تو پھر قسامت نہیں

۱۔ المبسوط، ۲۵:۱۱۴

ہے۔

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

"وفیھا ای من شروط القسامۃ انکار المدعی علیہ لان الیمین وظیفۃ المنکر قال علیہ الصلوۃ والسلام والیمین علی من انکر"(۱)

یعنی قسامت کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ مدعی علیہ قتل سے انکار کردے کیونکہ قسم منکر کی ذمہ داری ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"قسم کی ذمہ داری اس کی ہے جو انکار کرے۔"

۶۔ چونکہ قسم دلانا اولیاء مقتول کا حق ہے اس لیے ضروری ہے کہ ان کی طرف سے قسامت کا مطالبہ ہو۔ علامہ سرخسیؒ فرماتے ہیں:

"مقتول کے ولی کو اس بات کا اختیار ہے کہ جن لوگوں پر قتل کا الزام ہے ان میں سے قسم دلانے کے لیے انتخاب کرے کیونکہ قسم ولی کا حق ہے جسے اس کے مطالبہ کی صورت میں پورا کیا جائے گا۔ وہ ان افراد کی تعیین کرے گا جن سے یہ حق لینا چاہتا ہے۔ وہ صالح اور نیک افراد کا انتخاب بھی کرسکتا ہے، کیونکہ اس قسم کے لوگ فساق وفجار کے مقابلہ میں جھوٹی قسموں سے زیادہ اجتناب کرتے ہیں اور اگر انہیں قاتل کا علم ہو تو وہ قسم کھانے کے بجائے اس کے بارے میں بتا دیں گے۔"(۲)

۷۔ وہ مقام جہاں سے مقتول کی لاش ملی ہے اس کا کوئی مالک ہو یا وہ کسی کے قبضہ میں ہو۔ اگر وہ کسی کی مِلک یا قبضہ میں نہیں ہے تو پھر قسامت نہیں ہے مثلاً کسی مقتول کی لاش شارع عام، مارکیٹ، پل، صحراء، دریا یا کسی جامع مسجد سے برآمد ہوئی ہے تو ایسی صورت میں بیت المال سے دیت ادا کی جائے گی، قسامت کا طریقہ اختیار نہیں کیا جائے گا۔(۳)

۱۔ بدائع الصنائع، ۷:۲۸۹

۲۔ المبسوط، ۲۶:۱۱۰

۳۔ محمد حسین، البحر الرائق، ۸:۳۹۱، المکتبۃ الماجدیہ، کوئٹہ، طباعت ندارد

مالکیہ کے نزدیک شرائط قسامت

۱۔ مدعی کو قاتل کا علم نہ ہو اور مدعی علیہ قتل کا اعتراف نہ کرے۔

۲۔ مقتول آزاد اور مسلمان ہو، ذمی اور غلام کے قتل کی صورت میں قسامت نہیں ہے۔

۳۔ دعویٰ قتل کا ہو، زخمی کرنے کا نہ ہو۔

۴۔ اولیاء مقتول کا اس بات پر اتفاق ہو کہ یہ قتل ہوا ہے۔

۵۔ قتل عمد میں اولیاء مقتول ہی سے کم از کم دو افراد عاقل ہوں۔

۶۔ ظاہر حال سے مدعی کے حق میں کوئی شہادت موجود ہو مثلاً کسی ایک عادل گواہ کی گواہی کہ اس نے مقتول کو خون میں لت پت دیکھا ہے وغیرہ۔

شافعیہ کے نزدیک شرائط قسامت:

۱۔ دعویٰ قتل کا ہو۔

۲۔ قتل ایسی جگہ ہوا ہے جہاں مقتول یا اس کے قبیلہ اور مدعی علیہ کے درمیان دشمنی ہو۔

۳۔ دعویٰ میں مدعی اس بات کا تعین کرے کہ یہ قتل عمد ہے، قتل خطا ہے یا شبہ عمد ہے۔

۴۔ مقتول کا ولی بوقت دعویٰ عاقل، بالغ اور مکلف ہو۔

۵۔ مدعیٰ علیہ مکلف ہو یعنی نابالغ یا پاگل پر دعویٰ نہ ہو۔

۶۔ دعویٰ میں تضاد نہ ہو مثلاً یہ نہ ہو کہ پہلے قتل عمد کا دعویٰ کیا ہو اور پھر قتل خطاء کا۔

۷۔ مقتول پر قتل کے نشانات پائے جاتے ہوں مثلاً زخم اور چوٹ وغیرہ۔

۸۔ زخمی ہونے کے بعد موت تک مسلسل صاحب فراش رہا ہو۔

حنابلہ کے نزدیک شرائط قسامت:

۱۔ قتل کا دعویٰ ہو خواہ مقتول مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، ذمی ہو یا مسلمان۔

۲۔ مقتول اور اہل محلّہ میں پہلے سے دشمنی موجود ہو۔

(فقہ المعاملات پر اپنی نوعیت کا پہلا علمی و تحقیقی مجلّہ آپ کے ہاتھ میں ہے)

۳۔ دعویٰ قتل میں تمام اولیاء مقتول کا اتفاق ہو۔ اگر کسی کا اختلاف ہو تو قسامت نہیں ہے۔

۴۔ مدعیان عاقل ہوں اور مرد ہوں۔

بعض فقہاء حنابلہ نے کچھ اور شرائط بھی ذکر کی ہیں لیکن جمہور حنابلہ کے نزدیک یہی شرائط ہیں۔

حاصل کلام:

بعض شرائط قسامت پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے اور بعض میں اختلاف ہے۔

(ا) وہ شرائط قسامت جن پر اتفاق ہے:

۱۔ نوعیت جرم: قسامت صرف قتل کی صورت میں ہے۔ اگر صرف زخم آئے ہیں یا کوئی عضو تلف ہوا ہے تو پھر قسامت نہیں ہے۔

۲۔ قتل کے نشانات: میت پر قتل کے نشانات موجود ہوں، طبعی موت کی صورت میں قسامت نہیں ہے۔

۳۔ مقتول کوئی انسان ہو: کسی جانور وغیرہ کے قتل کی صورت میں قسامت نہیں ہے۔

۴۔ اولیاء مقتول اہل محلہ پر قتل کا دعویٰ کریں۔

۵۔ قاتل کا علم نہ ہو اور کسی نے قتل کا اقرار بھی نہ کیا ہو۔

ب) وہ شرائط جن میں اختلاف ہے:

۱۔ مسلمان ہو: مالکیہ کے نزدیک شرائط قسامت میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مقتول مسلمان ہو، مقتول کافر ہو تو قسامت نہیں ہے۔

شافعیہ، حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک مقتول مسلمان ہو یا ذمی قسامت ہے۔

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

۲۔ آزاد ہو: مالکیہ اور ایک روایت کے مطابق حنابلہ کے نزدیک آزاد ہونا بھی قسامت کے لیے ضروری ہے، لیکن شافعیہ اور حنفیہ کے نزدیک قسامت کے لیے آزاد اور غلام کی کوئی تمیز نہیں ہے۔

۳۔ تمام ورثاء کا قسامت کا مطالبہ کرنا: مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک قسامت کے لیے تمام ورثاء کا مطالبہ ضروری ہے جبکہ شافعیہ اور حنفیہ کے نزدیک یہ ضروری نہیں ہے۔

۴۔ مدعی علیہ یا مدعی علیہان کی تعیین پر تمام ورثاء کا اتفاق کرنا: مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک مدعی علیہ یا مدعی علیہان کی تعیین پر تمام ورثاء کا اتفاق ضروری ہے لیکن حنفیہ کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے۔

۵۔ جگہ کسی کی ملکیت یا قبضہ میں ہو: حنفیہ کے نزدیک قسامت کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ جس جگہ مقتول پایا جائے وہ کسی کی ملکیت یا قبضہ میں ہو، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک یہ ضروری نہیں ہے۔

۶۔ وصف قتل کا ذکر ہو: شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک قسامت کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ دعویٰ قتل میں وصف قتل (قتل عمد، قتل خطا یا شبہ عمد) کا بھی ذکر کیا جائے حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک یہ ضروری نہیں ہے۔

۷۔ مدعی کا مرد اور عاقل ہونا: حنابلہ اور مالکیہ کے نزدیک مدعیان کا مرد اور عاقل ہونا ضروری ہے۔ شافعیہ اور حنفیہ کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے کیونکہ یہ ایک مالی حق ہے جس کا مطالبہ عورتیں اور مرد سب کر سکتے ہیں۔

۸۔ مکلف ہونا: حنابلہ کے نزدیک قاتل کا مکلف ہونا ضروری ہے۔ لیکن جمہور ائمہ کے نزدیک اس میں مکلف اور غیر مکلف میں کوئی فرق نہیں ہے۔

۹۔ لوث: شافعیہ، حنابلہ اور مالکیہ کے نزدیک لوث شرط ہے۔ احناف کے نزدیک لوث (قرینہ

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

یا علامت) قسامت کی مستقل شرط نہیں ہے البتہ دیگر شرائط کے ضمن میں لوث (قرینہ یا علامت) کا مفہوم یا بعض صورتیں آجاتی ہیں مثلاً یہ شرط کہ قتل کے نشانات پائے جاتے ہوں۔ اگر ایسی کوئی علامت نہیں ہے تو قسامت نہیں ہے۔ حنفیہ کے نزدیک پہلی شرط اور اسی طرح ساتویں شرط میں بھی لوث کا مفہوم ضمناً آجاتا ہے۔

لوث کی وضاحت:

وہ فقہاء جو لوث کو قسامت کے لیے شرط قرار دیتے ہیں، ان سے لوث کی متعدد تعریفات منقول ہیں، لیکن یہ اختلاف لفظی نوعیت کا ہے، معنی ومفہوم سب کا تقریباً ایک ہی ہے مثلاً

۱۔ "قرينة لصدق المدعي" یعنی لوث سے مراد وہ قرینہ ہے جس سے مدعی کے سچا ہونے کا علم ہوتا ہے۔

۲۔ "مايغلب على الظن صدق المدعي" (لوث وہ چیز ہے جس سے مدعی کے سچا ہونے کا غالب گمان ہے۔

۳۔ "انه امارة تغلب على الظن صدق مدعي القتل" لوث وہ نشانی یا علامت ہے جس سے قتل کا دعویٰ کرنے والے کے سچا ہونا کا غالب گمان ہوتا ہے۔

جمہور فقہاء یعنی شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ سے منقول تمام تعریفات کا حاصل یہ ہے کہ لوث سے مراد وہ قرینہ، علامت نشانی یا دلیل ہے جس سے غالب گمان یہ ہوتا ہے کہ مدعی اپنے دعویٰ قتل میں سچا ہے۔

لوث کی صورتیں:

لوث کی صورتوں میں جمہور فقہا میں بھی اختلاف ہے مثلاً شافعیہ کے نزدیک لوث کی درج ذیل صورتیں ہیں:

۱۔ اگر کوئی شخص صحرا میں مقتول حالت میں پایا جاتا ہے اور قریب ہی کوئی شخص خون آلود کپڑوں یا خون آلود اسلحہ کے ساتھ کھڑا ہے تو یہ لوث ہے۔

۲۔ اگر ایک عادل شخص گواہی دے دے کہ فلاں شخص نے اس شخص کو قتل کیا ہے تو یہ بھی لوث ہے۔

۳۔ اگر کچھ لوگ مقتول کے گھر سے باہر نکلتے دیکھے گئے ہوں اور وہ وہاں بطور مہمان آئے ہوں یا کسی ضرورت کے لیے آئے ہوں، تو یہ لوث ہے۔

۴۔ مقتول بڑے شہر سے الگ کسی محلّہ، چھوٹی بستی یا قلعہ میں پایا گیا ہو اور مقتول اور اہل محلّہ میں کھلی دشمنی ہو اور وہاں اہل محلّہ کے علاوہ کوئی نہ رہتا ہو تو یہ بھی لوث ہے۔

مالکیہ کے نزدیک درج ذیل صورتیں ہیں:

۱۔ ایک عادل شخص قتل کا عینی گواہ ہو۔

۲۔ دو عادل گواہ گواہی دیں کہ انہوں نے مقتول کو زخمی حالت میں دیکھا۔

۳۔ مقتول کسی محلّہ یا کسی کے گھر میں پایا جائے۔

۴۔ بالغ آزاد مسلمان مقتول نے موت سے پہلے بیان دیا ہو کہ میرے خون کا ذمہ دار فلاں ہے اور اس بیان پر دو گواہ بھی موجود ہوں۔

حاصل:

اس بحث سے فی الجملہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوث کا اعتبار چاروں ائمہ کے ہاں کیا جاتا ہے۔ البتہ احناف اسے ایک مستقل شرط کے طور پر ذکر نہیں کرتے بلکہ دیگر شرائط کے ضمن میں لوث کی بعض صورتیں خود بخود آجاتی ہیں جبکہ دیگر فقہاء کے ہاں لوث مستقل شرط ہے۔ البتہ لوث کی مختلف صورتوں کی تعیین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

اپنے پیاروں کو عالم بناؤ............اپنا پیارا ملک بچاؤ

بغیر علم کے اللہ کی معرفت حاصل نہیں ہوسکتی............دنیاوی علم اللہ کی معرفت عطا نہیں کرتا

یہ دینی علم ہی کی شان ہے کہ وہ اللہ سے ملاتا ہے.......... دنیاوی علم محض وسیلہ روزگار ہے۔

علماء کی قدر کیجئے............عالم بنئے............جاہل رہنے پر قناعت مت کیجئے۔

تحریکِ فروغِ علم

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

قسامت کا طریقہ

فقہاء کا اس امر میں اختلاف ہے کہ پہلے مقتول کے ولی کو پچاس قسمیں کھانے کے لیے کہا جائے گا یا مدعیٰ علیھان کو۔

جمہور ائمہ کا مسلک

ا) شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ، ربیعہ، ابوالزناد، امام لیث اور داوٗد بن علی کا مذہب یہ ہے کہ پہلے اولیاء مقتول کو قسمیں کھانے کے لیے کہا جائے گا تا کہ وہ اپنا دعویٰ ثابت کر سکیں اور ان کے حق میں فیصلہ کیا جا سکے۔ اگر اولیاء مقتول قسمیں کھانے سے انکار کر دیں تو پھر مدعاعلیہان سے قسمیں لی جائیں گی۔

ب) حنفیہ اور بعض دیگر فقہاء کا مذہب:

حنفیہ، حسن بصریؒ، امام شعبیؒ، ابراہیم نخعیؒ، سفیان ثوریؒ وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ ابتداء میں قسمیں مدعیٰ علیھان سے لی جائیں گی۔ اگر وہ قسمیں کھالیں تو پھر اہل محلہ پر دیت کا ادا کرنا ضروری ہوگا۔ حضرت عمرؓ کا بھی اس قسم کا ایک فیصلہ منقول ہے۔ صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کی مخالفت نہیں کی۔ گویا یہ ایک طرح کا اجماع ہے۔

جمہور کے دلائل:

جمہور ائمہ وفقہاء کے نقطہ نظر کی دلیل وہ احادیث ہیں جو صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتب احادیث میں عبداللہ بن سہل بن زید الانصاری کے خیبر میں قتل کے سلسلے میں مذکور ہیں۔ جب عبدالرحمٰن بن سہل رضی اللہ عنہ اور ان کے چچازاد بھائی حضرت حویصہ اور حضرت محیصہ رضی اللہ

عنہما رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حلف اٹھانے کو کہا تو انہوں نے عرض کیا:

"قالوا أمرلم نشهده كيف نحلف، قال فيبرئكم يهود بايمان خمسين منهم قالوا يا رسول الله قوم كفار قال فوادہ رسول الله صلى الله عليه وسلم من قبله " (۱)

ہم نے اسے دیکھا ہی نہیں تو کیسے حلف اٹھائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو وہ (یعنی یہود) پچاس قسمیں کھا کر بری الذمہ ہو جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! وہ تو کافر لوگ ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ اس مقتول کی دیت رسول اکرمؐ نے اپنی طرف سے دی۔

ایک دوسری روایت میں الفاظ یہ ہیں:

"أتحلفون خمسين يمينا فتستحقون دم صاحبكم"(۲)

کیا تم پچاس قسمیں اٹھا کر اپنے مقتول ساتھی کے خون کے حقدار ٹھہرو گے؟

۲۔ جمہور کی دوسری دلیل موطا امام مالک میں یہ ہے:

"قال مالك: الامر المجتمع عليه عندنا. والذى سمعت ممن ارضى فى القسامة والذى اجتمعت عليه الائمه فى القديم والحديث ان يبدا، بالايمان، المدعون فى القسامة فيحلفون قال مالك و تلك السنة التى لااختلاف فيها عندنا "(۳)

امام مالک فرماتے ہیں: ہمارے ہاں جس چیز پر اتفاق ہے اور قسامت کے بارہ میں جو بات میں نے ایسے علماء سے سنی ہے جو میرے نزدیک قابل اعتماد ہیں اور جس پر جدید و

۱۔ صحیح مسلم، ۳:۱۲۹۲ ۲۔ صحیح مسلم، ۳:۱۲۹۱

۳۔ امام مالک بن انس، الموطا، ۵۸۸، دار الفکر، بیروت ۱۹۸۹

قدیم تمام ائمہ کا اتفاق ہے وہ یہ کہ قسامت میں مدعیان سے قسموں کی ابتداء کی جائے گی اور وہ قسمیں کھائیں گے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں اس طریقہ پر اتفاق ہے۔

اس مقام پر امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ سے لوگوں (اہل مدینہ) کا عمل یہی رہا ہے کہ قسامت میں قسموں کی ابتداء اولیاء مقتول کرتے ہیں۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ خیبر کے واقعہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداً حلف اولیاء مقتول سے لینے کی بات کی تھی۔

۳۔ جمہور کی تیسری دلیل یہ حدیث ہے:

"عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان رسول الله صلى الله سلم قال: البينة على من ادعى واليمين على من أنكر الا فى القسامة"(۱)

(بارِ ثبوت مدعی پر اور قسم منکر پر ہے سوائے قسامت کے)

اس حدیث سے استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں ثبوت پیش کرنے اور قسم لینے کے عمومی ضابطہ سے قسامت کو مستثنیٰ قرار دیا ہے یعنی قسامت میں حلف مدعی علیہ سے نہیں بلکہ مدعی سے لیا جائے گا۔

ا۔ احناف کے دلائل

ا۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

"ولنا قوله عليه السلام البينة على المدعى واليمين على من انكر و فى رواية على المدعى عليه وروى سعيد بن المسيب ان النبى صلى الله عليه وسلم بدابالیهود بالقسامة وجعل الدية عليهم لوجود القتيل بين اظهرهم."(۲)

ا۔ دار قطنی، ۴:۲۱۸

۲۔ المرغینانی، برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر، الھدایہ ۴:۴۹۷، دار احیاء التراث العربی، لبنان، طباعت ندارد

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

ہمارے پاس دلیل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ: بار ثبوت مدعی پر ہے اور منکر کے ذمے قسم ہے، ایک روایت میں ہے کہ قسم مدعی علیہ پر ہے۔ سعید بن مسیبؒ سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے پہلے قسمیں لی تھیں اور ان کے پاس مقتول کے پائے جانے کی وجہ سے دیت ان پر لازم کی تھی۔

۲۔ صحیح بخاری میں منقول ہے کہ ایک انصاری صحابی سہیل بن ابی حثمہ نے انہیں بتایا کہ ان کے قبیلے کے کچھ افراد خیبر گئے، وہاں جا کر وہ مختلف جگہوں میں پھیل گئے، ان کے کسی ایک ساتھی کو کسی نے قتل کر دیا تو جہاں مقتول پایا گیا تھا وہاں کے لوگوں سے کہا کہ تم نے ہمارے ساتھی کو قتل کیا ہے تو انہوں نے کہا ہم نے اسے نہ قتل کیا اور نہ ہی ہمیں اس کے قاتل کا کچھ علم ہے تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا اے اللہ کے رسولؐ! ہم خیبر گئے تھے وہاں ہمارے ایک ساتھی کو کسی نے قتل کر دیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بڑا ہے وہ بات کرے، پھر آپؐ نے مدعیان سے فرمایا:

"تاتوني بالبينة على من قتله، قالوا مالنا بينة قال فيحلفون قالوا لا نرضى بايمان اليهود فكره رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يبطل دمه فواده مائة من ابل الصدقه"(۱)

"قاتل کے متعلق ثبوت پیش کرو، انہوں نے کہا: ہمارے پاس تو کوئی ثبوت نہیں ہے، آپ نے فرمایا کہ پھر یہود قسمیں کھائیں گے، انہوں نے کہا! ہم یہود کی قسموں سے مطمئن نہیں ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو ناپسند فرمایا کہ مقتول کا خون رائیگاں جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المال کے اونٹوں سے سو اونٹ دے دیئے"۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ عام دعاوی کی طرح یہاں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی سے ثبوت طلب کیا، ثبوت نہ ہونے کی صورت میں مدعی علیہان کو قسمیں دلانے کی بات کی۔

۱۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ۴: ۱۹۱، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۹۸۷ء

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

۳۔ رافع بن خدیج نقل کرتے ہیں کہ خیبر میں ایک شخص قتل ہو گیا۔ مقتول کے ورثاء رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کا ذکر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لکم شاہدان یشھدان علی قتل صاحبکم قالوا یا رسول اللہ لم یکن ثم احد من المسلمین وانما ھم یہود، وقد یجترؤن علی اعظم من ھذا قال فاختاروا منھم خمسین فاستحلفوھم فابوا فوادہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من عندہ(۱)

''تمہارے پاس دو ایسے گواہ ہیں جو تمہارے ساتھی کے قتل پر گواہی دیں، انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہاں تو کوئی مسلمان نہیں تھا، وہاں تو صرف یہود تھے، وہ تو اس سے بھی بڑھ کر جرات کر سکتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان میں سے پچاس افراد منتخب کرو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قسمیں دلائیں تو انہوں نے انکار کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے پاس سے دیت دی۔

۴۔ علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

ہماری دلیل زیاد بن ابی مریم کی یہ روایت ہے کہ ایک شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے فلاں قبیلہ میں اپنے بھائی کو مقتول پایا ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اجمع منھم خمسین فیحلفون باللہ ماقتلوہ ولا علموا لہ قاتلا ''ان میں سے پچاس افراد کو جمع کرو، پھر وہ اللہ کی قسمیں کھائیں کہ انہوں نے اسے نہ قتل کیا ہے اور نہ انہیں اس کے قاتل کا کوئی علم ہے۔'' مدعی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! میرا ایک بھائی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بل لک مائۃ من الا بل ''(تیرے لیے سو اونٹ ہیں)۔(۲)

۱۔ السجستانی، سلیمان ابن اشعث، سنن ابوداؤد، ۶۴۰، دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء

(۲) بدائع الصنائع، ۸:۱۵۱

☆ فقہ المعاملات پر اپنی نوعیت کا پہلا اور منفرد مجلّہ ☆

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ قسمیں مدعی کو نہیں دی جائیں گی بلکہ مدعا علیہان کو دلائی جائیں گی۔ مدعی علیہان اہل محلہ ہیں۔

۵۔ سنن ابی داوٗد میں ایک انصاری صحابی کے الفاظ اس طرح منقول ہیں:

”ان النبی صلی اله علیه وسلم قال للیهود و بدأ بهم یحلف منکم خمسون رجلا فابوا فقال للانصار استحقوا فقالو انحلف علی الغیب یا رسول الله صلی الله وسلم فجعلها رسول الله دیة علی یهود لانه وجد بین اظهرهم“(۱)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے آغاز کرتے ہوئے کہا تھا کہ تم میں سے پچاس افراد قسمیں کھائیں، انہوں نے انکار کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا: وہ مستحق ہو گئے ہیں۔ انصار نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا بغیر دیکھے ہم قسمیں کھائیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود پر دیت عائد کی، کیونکہ مقتول ان کے ہاں پایا گیا تھا۔

حنفی مسلک کا حاصل:

احناف کے مذکورہ دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ اولیائے مقتول اور مدعیوں سے قسم نہیں لی جائے گی بلکہ مدعی علیھان سے لی جائے گی اور قسمیں کھا لینے کے باوجود ان پر دیت واجب رہے گی۔

جمہور کے مسلک کا حاصل:

ابتداء اولیاء مقتول اور مدعیوں سے قسم لی جائے گی، اگر اولیاء مقتول قسم اٹھالیں تو ان کا دعویٰ ثابت ہو جائے گا اور وہ قصاص یا دیت (بنابر اختلاف) کے حق دار ٹھہریں گے۔

اگر اولیاء مقتول قسم اٹھانے سے انکار کر دیں تو پھر مدعی علیہان سے قسم لی جائے گی۔

۱۔ سنن ابی داوٗد، ص ۶۴۰

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

قسم کھانے سے انکار کی صورت میں احکام

چونکہ مدعی اور مدعی علیہان کو قسم دلانے میں اساسی نوعیت کا اختلاف ہے، اس لیے احناف اور جمہور کے نزدیک قسم کھانے سے انکار کی صورت میں پیدا ہونے والی صورتیں الگ الگ ذکر کی جاتی ہیں۔

۱) مدعی علیہان کا قسم سے انکار ۔۔۔ حنفی نقطۂ نظر

یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ حنفیہ کے نزدیک قسامت میں ابتداء مدعی علیہان کو قسمیں کھانے کے لیے کہا جاتا ہے۔ البتہ اگر مدعی علیہان قسمیں کھانے سے انکار کر دیں تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

علامہ سرخسیؒ فرماتے ہیں:

''اگر مدعی علیہان (یا کوئی ایک مدعی علیہ) قسم کھانے سے انکار کر دیں تو انہیں اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک وہ قسمیں نہ کھالیں، کیونکہ خون کی اہمیت کی وجہ سے اس معاملہ میں قسم کو حق لازم کے درجہ میں قرار دیا گیا ہے۔ اگر کسی کے ذمہ کوئی حق لازم واجب ہو تو اس کی ادائیگی کے لیے نیابت کافی نہیں ہے، اس لیے انکار کی صورت میں قید رکھا جائے گا تاکہ اس حق کی ادائیگی ممکن ہو سکے۔(۱)

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

''جو شخص قسم کھانے سے انکار کرے گا اسے قسم کھانے تک قید میں رکھا جائے گا۔ کیونکہ خون کی عظمت و اہمیت کے پیش نظر قسامت میں قسمیں استحقاق کے لیے اٹھائی جاتی ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس بارے میں قسم سے انکار اور دیت دونوں کو جمع کیا جاتا ہے جبکہ اس کے برعکس دیگر مالی معاملات میں اگر کوئی شخص قسم کھانے سے انکار کر دے تو اسے قید نہیں کیا جاتا، کیونکہ دیگر مالی معاملات میں یمین اصل حق کا بدل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس مال کو خرچ کر دے

۱۔ المبسوط، ۲۵:۱۱۱

جس کا دعویٰ ہے، تو اس سے قسم ساقط ہو جائے گی، اور جس مسئلہ میں ہم گفتگو کر رہے ہیں، یہاں تو دیت ادا کرنے سے بھی یمین ساقط نہیں ہوگی۔

جو تفصیل ہم نے ذکر کی ہے یہ اس صورت میں ہے جب ولی مقتول نے تمام اہل محلّہ پر قتل کا دعویٰ کیا ہو یا کچھ غیر معین افراد پر دعویٰ کیا ہو، خواہ دعویٰ قتلِ عمد کا ہو یا قتل خطاء کا، دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔ اگر بعض معین افراد پر قتل کا دعویٰ ہو تب بھی یہی حکم ہے۔

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ بعض معین افراد پر دعویٰ کی صورت میں قسامت اور دیت باقی اہل محلّہ سے ساقط ہو جائے گی۔ اس صورت میں ولی مقتول سے کہا جائے گا کہ تیرے پاس کوئی ثبوت اور گواہی ہے؟ اگر اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی گواہی یا ثبوت نہیں ہے، تو اب مدعی علیہ سے ایک قسم لی جائے گی۔ اس صورت میں اہل محلّہ سے دیت اور قسامت ساقط ہو جائے گی۔ (۱)

مشہور حنفی محقق ابن ہمام فرماتے ہیں:

''تاج الشریعہ فرماتے ہیں کہ قسم سے انکار کرنے والے کو قید تب کیا جائے گا جب ولی کا دعویٰ قتلِ عمد کا ہو، اگر قتل خطاء کا دعویٰ ہو تو عاقلہ (مددگار برادری) پر دیت ہے اور کسی کو قید نہیں کیا جائے گا۔۔۔۔

تحقیقی بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہؒ سے دو طرح کی روایات ہیں۔ ہمارے تینوں ائمہ سے ظاہر روایت یہی نقل کی جاتی ہے کہ مذکورہ صورت میں قسم سے انکار کرنے والوں کو قسم اٹھانے تک قید میں رکھا جائے گا۔ اس میں تمام صورتیں آ جاتی ہیں، کیونکہ یہ مطلق ہے۔

دوسری روایت (جو ظاہر روایت نہیں ہے) یہ ہے کہ اگر قتل خطاء کا دعویٰ ہے تو اس صورت میں قسم سے انکار کی صورت میں قید نہیں کیا جائے گا بلکہ تین سال میں عاقلہ (مددگار برادری) دیت ادا کریں گے۔ اس روایت کو حسن بن زیاد نے امام ابو یوسفؒ سے نقل کیا ہے۔ (۲)

۱۔ الھدایۃ، ۴:۴۹۸

۲۔ کمال الدین، محمد بن عبدالواحد، فتح القدیر، ۹:۳۰۹، ۳۱۰، المکتبۃ الرشیدیہ، کوئٹہ

احناف کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ مدعی علیہان سے قسمیں کھانے کے بعد بھی دیت ساقط نہیں ہو گی، بلکہ جب اہل محلہ میں سے پچاس افراد قسمیں کھالیں تو اس کے بعد انہیں دیت ادا کرنا ہوگی، یعنی قسمیں کھانے سے دیت سے بری الذمہ نہیں ہوسکتے۔

دلیل: حارث بن ازمع سے منقول ہے کہ انہوں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا: ''انبذل ایماننا وا موالنا'' کیا ہم قسمیں بھی اٹھائیں گے اور مال بھی دیں گے۔تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نعم'' (ہاں)۔

۲۔ مدعیان کا قسم کھانے سے انکار: (جمہور کا نقطۂ نظر)

پہلے وضاحت کی جاچکی ہے کہ جمہور (حنابلہ، شافعیہ، مالکیہ وغیرہ) کے نزدیک ابتداء قسم مدعی یا مدعیان کو دی جائے گی۔ اگر مدعی یا مدعیان قسم اٹھالیں تو ان کے حق میں قسامت کا حکم (دیت یا قصاص) ثابت ہوجائے گا۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر مدعی یا مدعیان قسم سے انکار کردیں تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

جمہور کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اگر مدعیان قسم اٹھانے سے انکار کردیں اور قتل کا ثبوت موجود نہ ہو تو پھر مدعی علیہان کو قسمیں دلائیں جائیں گی۔ مدعی علیہان حلف اٹھانے کی صورت میں بری ہو جائیں گے، ان پر کوئی قصاص یا دیت نہیں ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

اگر مدعیان حلف سے گریز کریں تو اس صورت میں مدعی علیہان سے حلفی بیان لیا جائے گا، وہ پچاس قسمیں کھالیں تو بری ہو جائیں گے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ''فتبرئکم الیھود'' (یہود قسمیں اٹھا کر بری الذمہ ہو جائیں گے) اس بات کی دلیل ہے کہ قسمیں کھانے سے مدعی علیہان بری الذمہ ہوجاتے ہیں اور ان پر دیت لازم نہیں ہوتی۔

اس سلسلہ میں حنابلہ کے دو اقوال ہیں:

(۱) اگر مدعیان حلف سے گریز کریں تو مدعی علیہان کو پچاس قسمیں دلائی جائیں گی، قسمیں

کھانے کی صورت میں وہ بری الذمہ ہو جائیں گے۔ ابن قدامہ حنبلی اس روایت کو ظاہر قول قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہی مذہب یحیٰی بن سعید انصاری، ربیعۃ الرائے، ابوالزناد، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور لیثؒ کا بھی ہے۔

ہماری دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے ''فتبرء کم الیھود بایمان خمسین منھم''

اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: ''فیحلفون خمسین یمینا و یبرؤن من دمہ '' (تو وہ پچاس قسمیں کھا کر اس کے خون سے بری الذمہ ہو جائیں گے)۔ جبکہ اس بات کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت خود ادا کی تھی، یہود سے نہیں دلائی تھی۔

امام احمدؒ سے دوسرا قول یہ بھی منقول ہے کہ مدعی علیہان قسمیں کھانے کے باوجود بری الذمہ نہیں ہوں گے اور دیت بھی ادا کریں گے۔

مدعی علیہان کا قسم سے انکار: (جمہور کا نقطۂ نظر)

چونکہ جمہور ائمہ وفقہاء کے نزدیک ابتداء قسمیں مدعیان کو دی جاتی ہیں، ان کے انکار کی صورت میں مدعی علیہان سے قسمیں اٹھانے کو کہا جاتا ہے۔ اب رہی یہ صورت کہ اگر مدعی علیہان بھی حلف سے گریز کریں، تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

اس مسئلہ میں جمہور ائمہ کا موقف الگ الگ ہے۔

مالکیہ کا نقطۂ نظر:

مالکیہ کا موقف یہ ہے کہ اگر مدعی علیہان قسم سے گریز کریں تو انہیں قسم کھانے تک قید میں رکھا جائے گا، اس صورت میں دوبارہ مدعیان کو قسم نہیں دی جائے گی۔

شوافع کا نقطۂ نظر:

شافعیہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اگر مدعی علیہان قسم سے گریز کریں تو مدعیان کو قسم دی جائے گی،

خواہ قتل عمد ہو یا خطاء۔

حنابلہ کا نقطۂ نظر:

حنابلہ کے نزدیک مدعی علیہان کو قسمیں دینے کے لیے دو شرائط کا ہونا ضروری ہے:

۱۔ مدعیان کا قسم اٹھانے سے انکار۔

۲۔ مدعیان کا مدعی علیہان کی قسموں پر رضامندی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حنابلہ کے نزدیک مدعی علیہان کو اس وقت تک قسمیں نہیں دلائی جائیں گی جب تک مدعیان انہیں قسمیں دلانے پر راضی نہ ہوں۔ اگر مدعیان قسمیں دلانے پر رضامند نہیں ہیں تو اس صورت میں حکومت بیت المال سے دیت کا اہتمام کرے گی۔

البتہ اگر مدعی یا مدعیان قسمیں دلانے پر رضامند ہوں لیکن مدعی علیہان حلف سے گریز کریں تو اس صورت میں امام احمدؒ سے دو روایات منقول ہیں:

(۱) مدعی علیہان کو قسم اٹھانے تک قید کیا جائے گا۔

(۲) حلف سے گریز کی صورت میں مدعی علیہان کو قید نہیں کیا جائے گا۔

ابن قدامہ حنبلی دوسری روایت کو راجح قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

ہماری دلیل یہ ہے کہ جس طرح دیگر معاملات میں مدعی علیہ کے قسم سے انکار کی صورت میں قید نہیں کیا جاتا، اسی طرح یہاں بھی قید نہیں کیا جائے گا، جب یہ بات ثابت ہے تو قسامت میں بھی مدعی علیہان سے انکار کی صورت میں قصاص نہیں لیا جائے گا، کیونکہ قسم کھانے سے انکار اگرچہ ایک دلیل ہے لیکن یہ کمزور دلیل ہے۔(۱)

۱۔ المغنی لابن قدامہ،۱۲:۲۰۶

فقہ اسلامی کا آئندہ شمارہ

جون میں شائع ہوگا (انشاء اللہ)